کلمہ طیبہ

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

(مالکیتِ الٰہیہ)

(۱)

تالیف

حضرت مولانا شاہ محمد کمال الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم

خطیب مسجد عالمگیری، شانتی نگر، حیدرآباد

صاحبزادہ و جانشین سلطان العارفین

حضرت شاہ صوفی غلام محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بہ اہتمام

Md. Abdullah Asad.

B.Tech. Computer Science

H.No. 19-1-436/A/88

Osman Bagh, Bahadur Pura Hyderabad. 64

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کلمہ طیّبہ

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

(مالکیتِ الٰہیہ)

(۱)

تالیف

حضرت مولانا شاہ محمد کمال الرحمٰن صاحب قاسمی دامت برکاتہم

خطیب مسجد عالمگیری، شانتی نگر، حیدر آباد

صاحبزادہ وجانشین سلطان العارفین

حضرت شاہ صوفی غلام محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بہ اہتمام

Md. Abdullah Asad.
B.Tech. Computer Science
H.No. 19-1-436/A/88
Osman Bagh, Bahadur Pura Hyderabad. 64

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفصیلات کتاب

نام کتاب : مالکیتِ الٰہیہ

مؤلف : حضرت مولانا شاہ **محمد کمال الرحمٰن** صاحب قاسمی مدظلہ العالی

صاحبزادہ وجانشین سلطان العارفین حضرت شاہ صوفی غلام محمد صاحبؒ

صفحات : ۳۲

سن اشاعت : اکٹوبر ۲۰۰۵ء رجب المرجب ۱۴۲۶ھ

تعداد : ایک ہزار

بہ اہتمام : **محمد عبداللہ اسد** بی.ٹیک. (کمپیوٹر سائنس)

مکان نمبر: 19-1-436/A/88

عثمان باغ، بہادر پورہ حیدرآباد۔500064

کمپوزنگ : رضی الدین سہیلؔ فون:9392414569

طباعت : عائش آفسیٹ پرنٹرس۔ فون:9391110835

قیمت : دس روپیئے۔ -/Rs : 10

ملنے کا پتہ

شاہ محمد کمال الرحمٰن قاسمی

19-4-281/A/39/1 صالحین کالونی، نواب صاحب کنٹہ، حیدرآباد۔ ۵۳

فون: 24474680

فہرست مضامین

سلسلہ	مضامین	صفحہ
۱	پیش لفظ	۳
۲	کلمہ طیبہ	٦
۳	ارشادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم	۷
۴	چند آیات مالکیتِ الٰہیہ۔	۸
۵	اصل معاملہ کس کے ہاتھ میں	۹
٦	مالک روزِ جزا	۱۰
۷	مالکیت اور اصول معرفت۔	۱۲
۸	ظاہری ملکیت کے احکام کی رعایت	۱۳
۹	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احتیاط کا واقعہ	۱۴
۱۰	استرداد امانت	۱۴
۱۱	مالکیتِ الٰہیہ	۱٦
۱۲	ملکیت اور امانت کا شاندار سبق	۱۷
۱۳	انا اللہ کا صحیح شعور	۲۰
۱۴	خالق کون؟	۲۰
۱۵	مالک کون۔	۲۲
۱٦	مالک یوم الدین	۲۲
۱۷	لا اور الا کا مفہوم	۲٦
۱۸	اجزاء کلمہ۔	۲٦
۱۹	وجود اور توابع وجود صرف حق کے ہیں	۲۷
۲۰	مکتوبات عرفانی	۲۸

••••••☆☆☆☆☆••••••

پیشِ لفظ

ایک ایسی بات جو اصل الاصول کی حیثیت رکھتی ہے جسکی اہمیت بھی ہے اور بے حد ضرورت بھی۔ وہ نسبت تملیک کی فہم ہے یعنی وہ تعلق جو بندے کو خدا کے ساتھ ہے اس تعلق کے مختلف اعتبارات ہیں مگر ایک ادراک ان میں بہت مضبوط ہے اور طاعت وفرمانبرداری کے جذبات پیدا کرنے میں محرک اول کی حیثیت رکھتا ہے وہ ہے بندے کا اپنے کومملوک سمجھنا اور اللہ کو مالک سمجھنا۔

یہ بات باوجود سادہ ہونے کے اتنی عمیق اور گہری ہے کہ انسان کوانسان بنادینے کے لئے کافی ہے بایں طور کہ مملوک کو مالک کے ساتھ کیسا رہنا چاہیے۔یہی وہ حقیقت نفس الامری ہے جس کی بنا ایک حقیقت کے متلاشی آدمی کے لئے راہ ہدایت پر آنے کے لئے کافی ہوجاتی ہے اس ضمن میں اتنا سمجھنا ضرور ہے ہ وہ چیز جس کو ہم عرفا اپنا سمجھ رہے ہیں حقیقتاً اپنی چیز نہ سمجھیں بلکہ یہ ادراک رکھیں کہ میں ان چیزوں کا مالک حقیقی نہیں ہوں۔ مالک حقیقی اللہ تعالیٰ ہیں۔ مثلاً دیکھئے اپنے گھر کا کیا مطلب ؟ اپنا گھر وہ ہے جس سے تم کو کوئی نکال نہ سکے۔غور فرمایئے کسی مکان میں آپ پہنچے اور کہا کہ یہ ہمارا گھر ہے مالک مکان کان پکڑ کر باہر کردے گا اس طرح غور فرمایئے جس گھر کو ہم اپنا سمجھ رہے ہیں میں سرکار حقیقی کا حکم نافذ ہوگا فرشتے آئیں گے چارو ناچار بحکم الٰہی گھر سے باہر نکال دیں گے۔

صحیح معنوں میں دیکھئے کیا یہ بھی تمہارا گھر ہوا جس پر نہ تمہارا قبضہ نہ قدرت' نہ اس میں رہنے کی کوئی طاقت اس لئے قرآن نے اس حقیقت کو سیکڑوں مقامات پر ذکر کیا ہے کہ کائنات کی ہر چیز کے مالک اللہ ہیں۔ اور کائنات کی ہر چیز اللہ کی مملوک اب مملوک کا کام یہ

ہے کہ وہ مالک کے حکم کو مانے اس کے ہر اشارے کی تعمیل کرے۔ یہی انسانیت کا بھلائی کا ہر خیر کا بلکہ دنیا و آخرت کی تمام سعادتوں کے حاصل کرنے کا راستہ ہے۔

در حقیقت مالک اصلی خدا است

ایں امانت چند روزہ نزد ماست

مؤلف

محمد کمال الرحمٰن قاسمی خطیب مسجد عالمگیری

شانتی نگر۔ حیدرآباد

کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے اس میں عموماً لفظ طیب استعمال ہوتا ہے طیب کے معنی پاک کے ہیں اور پاک سے دو مرادیں واضح ہیں۔

پاک چیز وہ ہے جس سے ناپاکیاں دور کردی گئی ہوں اور ایسے وقت مراد یہ ہوتی ہے کہ کلمہ طیبہ کا اقرار کرنے والا اور تصدیق کرنے والا کفر اور شرک کی نجاستوں اور ضلالت و گمراہی کی ناپاکیوں سے دور ہوجاتا ہے اور ایک معنی پسندیدہ کے آتے ہیں۔کلمہ پڑھنے والا شخص اللہ کے نزدیک محبوب اور پسندیدہ ہوجاتا ہے۔ارشاد خداوندی ہے۔

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم ورضیت لکم الاسلام دینا (پ ۶)

میں نے تمہارا دین تمہارے لئے مکمل اور میری نعمت تمہارے لئے تمام کیا اور میں نے دین اسلام تمہارے لئے پسند کیا۔

کوئی بھی شخص اللہ کا پسندیدہ اور محبوب اس وقت تک رہتا ہے جب تک وہ اپنی پسند ترک کرتا ہے۔ اور اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پسند کردہ چیزوں کو قبول کرتا ہے۔

کلمہ طیبہ لفظ لا سے شروع ہوتا ہے۔لا کے معنی نہیں کے ہیں۔نفی کا حصول بغیر انکار کے ناممکن ہے۔تو یہاں مراد اس طرح بیٹھے گی ہ دو طرح کا انکار ہے جس کے بعد ایک اقرار وجود میں آتا ہے۔

پہلا ذات حق سے صفاتِ نقص و زوال کا انکار کرنا ضروری ہے۔

اور مخلوقات سے ان میں کمالات کے اصلی اور ذاتی ہونے کا انکار۔ ان دونوں طرح کے انکار سے ایک اقرار ہویدا ہوتا ہے۔

اللہ ایسی ذات ہے جو جامع الکمالات ہے موصوف بہ صفاتِ کمال ہے اور ہر نقص وزوال سے پاک ذات ہے۔

اس کلمہ کی بڑی اہمیت، ضرورت، فضیلت، عظمت ہے، اور قرآن مجید میں خاص طور پر اس کلمہ کو جاننے اور علم حاصل کرنے کا حکم ہے۔

چنانچہ ایک جگہ فرمایا گیا ہے فاعلم انه لا اله الا اللّٰه آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرما کر اللہ پاک نے فرمایا آپ لا الہ الا اللہ کا علم حاصل کیجئے۔ اس کلمہ طیبہ کی ابتدائی لیکن انتہائی اہم بات پیش کی جارہی ہے عام طور پر خانوادوں میں طریقت کا علم ہے نہیں اور اگر ہے تو کامل نہیں اور اگر کسی درجہ میں دستیاب ہے تو بے شمار پردے حائل ہیں۔ ہمیں سلسلوں اور روحانیت کا تفصیلی علم و حال والد ماجد حضرت شاہ صوفی غلام محمد صاحبؒ سے ملا ویسے دیگر اولیاء اللہ سے بھی استفادہ ہوا خاص طور پر کمال اللّٰہی سلسلہ کے حضرت درویش میر شبیر علی صاحب چشتی بی اے بی ٹی علیگ جانشین حضرت شاہ سید حسینؒ خلیفہ اول حضرت شاہ کمال اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے قال صحیح سے استفادہ ہے۔

حق تعالیٰ افادیت عامہ کی شکل پیدا فرمائے۔

ارشاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم :-

جس نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ زبان سے کہا وہ جنت میں داخل ہوا۔ قال سے تسلیم حاصل ہوتی ہے۔ اسی تسلیم کے طفیل شخص اسلام میں داخل ہوتا ہے۔ عموماً بلا ثبوت کلمہ کو قبول کر لینے کو تسلیم کہتے ہیں۔ اس کا ثبوت دینے کو تحقیق کہتے ہیں۔ تحقیق تسلیم وقبول سے افضل ہے۔ مگر تسلیم وقبول تحقیق پر مقدم ہے۔

اس کلمہ کے دو اجزاء ہیں کلمہ طیبہ میں تین چیزوں کا اثبات ہوتا ہے۔ اللہ، بندہ،

رسول' اللہ کی ایک ذات ہے بندے کی دوسری ذات ہے۔ رسول کی ذات وہی بندے کی ذات ہے جو خصوصی طور پر اللہ کا پیام بندوں تک پہنچاتی ہے۔ اور بندوں کو اللہ سے ملاتی ہے۔ اللہ اور غیر اللہ کے اس فرق کو سمجھانے کے لئے اور اللہ اور ماسوئ اللہ میں کھلی ہوئی تمیز کرنے کے لئے۔ کمال اللٰہیسلسلے میں دو ذات کا اقرار کہتے ہیں۔ ایک ذات حق دوسری ذات عبداللہ ایک ذات خالق دوسری ذات مخلوق ایک ذات مالک دوسری ذات مملوک ایک ذات حاکم دوسری ذات محکوم ایک ذات رب دوسری ذات مربوب' ایک معبود دوسری عابد' ایک ذات الہ حقیقی دوسری ذات بندہ' ایک ذات علیم اور دوسری ذات معلوم۔

چند آیاتِ مالکیتِ الٰہیہ:۔

(۱) له ما فی السموات وما فی الارض وما بینهما وما تحت الثریٰ ۔

اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے اور جو کچھ زمین کی اتاہ گہرائیوں میں ہے سب اسی کا ہے۔

(۲) ولله جنود السموت والارض وكان الله عليما حكيما ۔

اورآسمانوں اور زمین کے سب لشکر اللہ ہی کے ہیں اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

(۳) ولله ملك السموت والارض ۔ يغفر لمن يشاء ويعذب من يشآء ط و كان الله غفورالرحيما ۔

اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کے لئے ہے وہ جسے چاہے بخشے اور جسے چاہے عذاب دے اور اللہ بخشنے والا (اور) مہربان ہے۔

(٤) له ملك السموت والارض ط والے الله ترجع الامور

آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اسی کی ہے اور سب امور اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔

(٥) ولله المشرق والمغرب فاينما تولوا فثم وجه الله ان الله واسع عليم۔
اور مشرق اور مغرب سب کچھ اللہ ہی کا ہے جدھر تم (عبادت کے لئے) رخ کرو ادھر اللہ متوجہ ہے بیشک اللہ بڑی وسعت والا اور بڑے علم والا ہے۔

(٦) قل اللهم مالك الملك توتی الملك من تشاء وتنزع الملك ممن تشاء و تعز من تشاء و تذل من تساء بيدك الخير انك على كل شىء قدير تولج اليل فى النهار وتولج النهار فى اليل وتخرج الحى من الميت وتخرج الميت من الحى وترزق من تشاء بغير حساب

اصل معاملہ کس کے ہاتھ میں:۔

دنیا کی چیزوں میں نفع ونقصان دکھائی دیتا ہے۔ مگر اصل حقیقت یہ ہے کہ دنیا کی چیزوں میں اصلاً نہ نفع ہے نہ نقصان۔ جس طرح پانی میں چاند دکھائی دیتا ہے۔ مگر ہوتا نہیں ان کا محل وقع بالکل الگ ہے اور جو کچھ نظر آتا ہے وہ ظل وعکس ہے۔ اسی طرح مال و دولت میں، سونے چاندی میں، کوٹھیوں اور بنگلوں میں، عہدے اور کرسی میں تجارت اور زراعت میں کاروبار اور معاملات میں اور دیگر دنیا بھر کی چیزوں میں نفع وضرر دکھائی تو دیتا ہے مگر ہوتا نہیں ہے دنیا کی چیزوں میں عزت و ذلت دکھائی تو دیتی ہے مگر ہوتی نہیں۔ بات دراصل یہ ہے کہ چیزوں کی مثال خالی برتن کی سی ہے جو چیز اس میں ڈال دی جائے گی وہی رہے گی دودھ ڈالو تو دودھ رہے گا۔ شراب ڈالو تو شراب رہے گی۔ پاکیزہ چیز ڈالو تو پاکیزہ رہے گی۔ ناپاک چیز ڈالو تو ناپاک چیز ہی اس میں رہے گی اور ناپاک چیز ہی اس میں سے نکلے گی۔

مال و دولت، کرسی، عہدہ، دکان و مکان، کھیتی وتجارت کاروبار و ملازمت، دنیا

بھر کی چیزیں باغ و بہار ہوں کہ لیل و نہار ہوں سب کے سب خدائے واحد کے اختیار میں ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ ان میں کامیابی ڈالیں تو کامیابی ملتی ہے ذلت ڈالیں تو ذلت ملتی ہے۔ وہ اگر کسی چیز میں نفع ڈالیں تو نفع ہوتا ہے نقصان ڈالیں تو نقصان ہوتا ہے۔ وہ چاہیں تو عزت کے نقشوں میں ناکامی ڈالیں وہ چاہیں تو ذلت کے نقشوں میں عزت ظاہر فرمادیں اصل میں کرنے والی ذات اللہ کی ہے۔ قرآن مجید میں یہ بات صراحت کے ساتھ مذکور ہے۔ کہہ دیجئے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اے ملک کے مالک آپ جس کو چاہیں ملک دیدیں۔ جس سے چاہیں ملک چھین لیں اور جس کو چاہے عزت و غلبہ عطا فرمائیں جس کو چاہیں ذلیل و مغلوب کردیں ساری بھلائی آپ ہی کے ہاتھ ہے۔ بلاشبہ آپ ہر چیز پر قدرت رکھنے والے ہیں (پ ۳ ع ۱)

مالکِ روز جزا:-

دین کا لفظ جو اسلام اور مذہب ے لئے استعمال ہوتا ہے وہ تو بے شمار جھگوں پر ملے گا لیکن خاص طور پر وہ لفظ ''الدین'' جو جزاء اور قیامت اور بدلے اور یوم الجزاء ے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اس کی وضاحت اور تفصیلات ے لئے حسب ذیل سورتوں کا مطالعہ کیجئے۔

(۱) فاتحہ (۲) حجر (۳) شعراء (۴) صافات (۵) ص (۶) ذاریات (۷) واقعہ (۸) معارج (۹) مدثر (۱۰) انفطار (۱۱) مطففین (۱۲) التین (۱۳) الماعون وغیرہ۔

اس دنیا میں آپ دیکھتے ہیں کہ کچھ لوگ بہت ہی ایمان دار ہیں نیک ہیں۔ صالحیت انکی صورت سے ٹپک رہی ہے۔ اللہ اور رسول کے فرمانبردار ہیں۔ نمازوں کے پابند ہیں روزہ رکھنے والے زکواۃ نکالنے والے اور حج کرنے والے ہیں۔ بلکہ اللہ کے

راستے میں جدوجہد کرنے اور جہاد کرنے والے ہیں۔ لیکن دنیا میں مصیبتوں کے شکار ہیں۔ آفتوں کے طوفان میں گھرے ہوئے ہیں۔ ظالموں کے ظلم کا تختہ مشق بنے ہوئے ہیں۔ دوسری طرف آپ دیکھتے ہیں کہ کچھ ایسے آدمی ہیں جو بے ایمان ہیں، کافر و مشرک ہیں ظالم و قاتل ہیں۔ فاسق و فاجر ہیں، خدا کے باغی اور طاغی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت پر تلے ہوئے ہیں۔ لیکن خوشحال ہیں، کھاتے پیتے ہیں آل واولاد سے ان کے گھر بھرے ہوئے ہیں۔ محلات میں رہتے ہیں۔ باغوں کی سیر کرتے ہیں۔ موٹروں اور ہوائی جہازوں پر سفر کرتے ہیں۔ عارضی خوشی اور مسرت سے زندگی معمور ہے۔ یہ خدا کی طرف سے ڈھیل ہے اور جب ڈھیل کی مدت پوری ہوجاتی ہے تو پھر ان سب کو ایسا پکڑتے ہیں کہ سنبھل ہی نہیں سکتے۔ نہ بچ کر بھاگنے کا کوئی راستہ ہے۔ اللہ نے اس دنیا کو دارالعمل بنایا ہے۔ دارالجزا نہیں ہے۔ جزاء کے لئے اللہ نے آخرت بنائی ہے۔ وہاں اچھے اعمال کا اچھا بدلہ ملے جائے گا اور برے اعمال کا برا بدلہ ملے گا۔ نیک اعمال کا بدلہ جنت ہے۔ برے اعمال کا بدلہ دوزخ ہے۔ اس دنیا میں جزاء وسزاء کا ملنا ناممکن ہے دیکھئے ایک شخص دوسرے شخص کو قتل کرتا ہے۔ انصاف یہ ہے کہ اس کو قتل کردیا جائے اچھا پھر دیکھئے ایک آدمی دس آدمیوں کو قتل کرتا ہے اب اگر اس آدمی کو قتل کیا جائے گا تو وہ ایک آدمی کا بدلہ ہوا۔ بقیہ نو مقتولین کا بدلہ کیسے لیا جائے۔ دوسرا آدمی سو آدمیوں کو قتل کرتا ہے اور تیسرا آدمی ہزار آدمیوں کا قاتل ہے۔ تو اس دنیا میں اس کو سزا مل ہی نہیں سکتی۔ اس کی سزا اللہ رب العزت کل قیامت کے دن دیں گے۔ بار بار قتل کے ذریعہ اس کو سزا دی جائے گی۔ اور لا یموت فیھا ولا یحیی کی تجلیات ظاہر ہونگی۔ اور یہی حقیقی انصاف ہے ایک شخص ایک آدمی کی جان بچاتا ہے۔ آپ اس کو ایک باغ انعام میں

دیتے ہیں اور اگر کوئی سو آدمی جان بچائے ہزار آدمی جان بچائے تو ہزاروں باغ آپ کہاں سے لاکر دیں گے۔ اس لئے اس کے سوا کچھ نہیں کہ انصاف اور بدلہ کا دن آئے کہ اس دن ایک ذات کی حکومت کا اعلان ہوگا جو مالک یوم الدین ہے اس لئے لازم ہے کہ بدلہ کا دن آئے اور اللہ ے وعدہ اور وعیدیں پوری ہوں۔

مالکیت اور اصول ومعرفت :-

زندگی کے سارے جھگڑے اور فساد مالکیت کے دعویٰ کی وجہ سے ہیں مالکیت کے دعویدار دو ہیں (۱) اللہ (۲) انسان۔

ایک ہی چیز کے دو مدعی برحق نہیں ہوسکتے۔ ایک صادق ہوگا۔ دوسرا کاذب۔ کسی چیز کا مالک بھی وہی ہوتا ہے جو اس کا خالق بھی ہو۔ اپنے آپ کو اپنے جسم کو اپنا جسم اور اپنے مال کو اپنا مال کہنے والے انسان سے پوچھئے کیا اس نے اپنے جسم کو بنایا ہے۔؟ جواب نفی میں ہے اسلئے دعویٰ جھوٹا مدعی کاذب ہے۔ اللہ سے یہی سوال پوچھئیے' کلام الٰہی میں جواب ملے گا۔ اللہ خالق کل شئی۔ چنانچہ جملہ موجودات کا خالق اللہ ہے اور اصول و تحقیق کے لحاظ سے وہی مالک بھی اور اللہ سے بڑھ کر سچا کون ہے۔ اب چونکہ انسان مخلوق ہے تو لازم ہوا کہ مملوک بھی ہو اب صاف ظاہر ہے کہ مملوک کے مالک ہونے کا دعویٰ باطل ہے البتہ جو چیزیں انسان کے لئے مسخر کرکے کام لینے کی غرض سے اس کے حوالے کی گئی ہیں وہ انفس وآفاق کی تمام اشیاء کا مالک نہیں امین ضرور ہے۔ امین کے پاس قبل از عطائے امانت اس کے اپنے احتیاجی تقاضے کے سوا کچھ نہ تھا پھر کیا تھا؟ فقیر تھا انسان ایک فقیر کامل ہے جو جسم رکھتا ہے' نہ جان ہاں اللہ کے علم میں ایک ''معلوم'' کی حیثیت ہے اور اپنے اقتضاء کے تحت احتیاجات کی ایک جھولی ہے۔

یا ایھا الناس انتم الفقرآء الی اللہ و اللہ ھو الغنی الحمید

غنی نے محض اپنے فضل و کرم سے اس کی جھولی میں حسب ظرف انوار بھر دیئے۔ علم میں پنہاں تھا تو نور میں پیدا کر دیا اس ذات معلوم ثابت الذات، مسلوب الوجود کی جھولی میں جسم و جاں اور سارے لوازمات بھر دیئے پہلے حیات کی نعمت سے اس میت کو نوازا پھر علم و ارادہ، قدرت، سماعت، بصارت، اور کلام کے اوصاف بخشے اس کی خصوصی عطاوں میں سے کان، آنکھ، اور دل ہے۔ جن کے تعلق سے خاص طور پر پوچھ ہوگی۔ انسان سن کر صالحیت کے مقام پر، دیکھ کر شہادت کے مقام پر اور پا کر صدیقیت کے مقام پر فائز ہوتا ہے۔ صالحیت تا صدیقیت کسبی مقامات ہیں اور نبوت کا مقام وہبی ہے انسان اسے اپنے کسب سے حاصل نہیں کرسکتا۔ صالحیت شریعت ہے۔ شہادت طریقت ہے، اور صدیقیت معرفت ہے ان مقامات کی سیر کے لئے اور تحقیق کیلئے افراط و تفریط سے بھی بچنا ہے اور راہ اعتدال پر جمے ہوئے ذکر و فکر اور مراقبہ و مجاہدہ کرنا ضروری ہے جس کے بغیر ذات کی یافت مشکل ہے۔

ظاہری ملکیت کے احکام کی رعایت :-

ایک حدیث میں آیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک چیز دوسرے کی ملکیت ہے تو آپ کے لئے یہ جائز نہیں ہ اس کی اجازت اور خوش دلی کے بغیر وہ چیز استعمال کرے یا اس کو قبضہ میں لے نہ تو سنجیدگی میں ایسا کرنا جائز ہے اور نہ مذاق میں ایسا کرنا جائز ہے چاہے وہ دوسرا شخص تمہارا قریبی دوست اور رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔

ایک اور حدیث میں ہے لا یحل مال امری مسلم الا بطیب نفس منہ یعنی کسی بھی مسلمان کا کوئی مال اس کی خوش دلی کے بغیر دوسرے کے لئے حلال نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احتیاط کا واقعہ :-

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ سے فرمایا اللہ نے تمہارے لئے جو محل جنت میں بنایا ہے وہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور وہ محل اتنا شاندار تھا کہ میرا دل چاہا کہ اس محل کے اندر چلا جاؤں لیکن جب میں نے اندر جانے کا ارادہ کیا تو مجھے تمہاری غیرت یاد آ گئی اس لئے میں نے یہ سوچا کہ تمہارے بغیر اس میں داخل نہ ہونا چاہیے لہذا میں داخل نہیں ہوا۔ حضرت عمرؓ یہ سن کر رو پڑے اور فرمایا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان' کیا میں آپ سے غیرت کروں گا۔ اس عظیم واقعہ میں بشارتیں بھی ہیں اور کئی ایک ہدایات بھی۔ خصوصاً ایک اہم سبق جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم امت کو دینا چاہتے ہیں۔ ایسے جان نثار صحابیؓ کے گھر میں بھی ان کی اجازت کے بغیر داخل نہیں ہوئے تو تم لوگوں کیلئے عام حالات میں دوسروں کی چیز ان کی اجازت اور خوشدلی کے بغیر استعمال کیسے جائز ہوگا۔

ہمارے معاشرے کی خرابیوں میں سے ایک خرابی یہ ہے کہ اگر کسی نے کوئی کتاب دی یا کسی نے پڑھنے کے لئے لی تو کتاب کو واپس کرنے کی فکر نہیں کی جاتی حالانکہ احادیث کی روشنی میں حکم یہ ہیکہ جلد از جلد اس کو اصل مالک تک واپس پہنچا دیں۔

استرداد امانت :-

ایک حدیث میں آیا ہے۔ اذا اخذ احدکم عصی صاحبه فلیردها الیه یعنی اگر تم نے دوسرے کی لاٹھی بھی لے لی ہے تو اس کو واپس کردے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر تم نے کوئی چیز عاریتاً استعمال کے لئے لی ہے تو پھر اس کو جلد از جلد واپس لوٹا دو۔

موقع محل سمجھ کر اطلاع دے کر جانا چاہیے وبال جان نہیں بن جانا چاہیے۔

اسی طرح کسیکے ہاں مہمان بن کر جا رہے ہیں تو بھی سوچ بچار سے کام لے۔

علماء کرام اور فقہاء عظام نے ہمارے سامنے بڑے بڑے مسائل پیش کئے ہیں اور بے حساب جزیات چھوڑے ہیں۔

چنانچہ ایک صحابیؓ نے کہا کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم راستے سے گزر رہے تھے ایک صحابیؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر سلام کیا یہ ابتداء اسلام کا زمانہ تھا اور اس وقت اللہ کا نام بغیر وضو لینا مکروہ تھا اور سلام بھی اللہ کے اسماء حسنی میں سے ہے۔ اس وقت آنحضرتؐ وضو سے نہیں تھے اب اگر اس حالت میں وعلیکم السلام فرماتے تو اللہ کا نام بغیر وضو کے لینا ہو جاتا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیا کہ قریب میں جو مکان تھا اس کی دیوار سے تیمّم فرمایا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وعلیکم السلام کہہ کر جواب دیا۔ ایسے موقع پر علماء کا کہنا ہے کہ جس کام کے لئے وضو کرنا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے تو اس کام کیلئے وضو کے بجائے تیمّم کرنا جائز ہے۔

مثلاً دعا کے لئے اللہ نے وضو کو ضروری اور واجب قرار نہیں دیا۔ بلکہ اللہ نے مسئلہ آسان فرمایا اس کے لئے وضو کی شرط نہیں رکھی بلکہ پاکی کی بھی شرط نہیں رکھی۔ لہذا اگر کوئی شخص ناپاکی کی حالت میں بھی دعا کرنا چاہے تو کر سکتا ہے لیکن بہتر اور مستحب یہ ہے کہ آدمی دعا کے وقت باوضو رہے اگر وضو کا موقع نہ ہو تو تیمّم کر لے کیونکہ تیمّم کر کے دعا کرنا بے وضو دعا کرنے سے بہتر ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص کے گھر کی دیوار سے تیمّم فرمایا تھا وہ دوسرے شخص کی تھی۔

اب یہ کہ دوسرے شخص کی دیوار کو اس کی اجازت بغیر تیمّم کے لئے استعمال فرمایا۔

یہاں علماء نے یہ مسئلہ نکالا جہاں اس بات کا صد فیصد یقین ہو دوسرا شخص اجازت دیدے گا بلکہ مزید خوش ہوگا اس صورت میں اس کا استعمال جائز ہے۔

حضرت مولانا مفتی شفیع صاحبؒ کے معمولات میں سے بھی یہ بات ملی ہے کہ جب کبھی آپ کسی کام سے اپنی اولاد کے کمرے میں داخل ہونے کا ارادہ فرماتے تو داخل ہونے سے پہلے اجازت لے لیتے حالانکہ وہ کمرہ بچوں کی ملکیت نہیں ہوتا تھا بلکہ ان ہی کی ملکیت ہوتا تھا۔ ضرورت پیش آتی جو استعمال میں ہوتی کہ یہ تمہاری چیز میں استعمال کرلوں ۔ اب آپ اندازہ لگائیں کہ احادیث میں اس مضمون کے موجود ہونے کے باوجود کہ تم خود اور تمہارا مال تمہارے باپ کا ہے اس درجہ احتیاط تھی۔

تو جب اولاد کی چیز استعمال کرنے میں یہ احتیاط ہونی چاہئے تو جن کے ساتھ یہ رشتہ نہیں ان کی چیزوں کو ان کی اجازت کے بغیر استعمال کرنا کتنی سنگین بات ہے۔

(مستفاذ از خطبات)

مالکیتِ الٰہیہ:۔

انسان کو صالح اور نیک بننے کے لئے علم طریقت کا ابتدائی اصول پیش کرتے ہوئے ایک سالک کو خصوصی نصیحت کرتے ہوئے حضرتؒ نے فرمایا کہ کائنات کی ساری چیزیں جن کو اللہ نے پیدا فرمایا ہے مخلوقات کہلاتی ہیں ان کو صوفیاء کاملین کے الفاظ میں آثار اللہ یعنی اللہ کی قدرت کی نشانیاں کہا جاتا ہے ان چیزوں میں سے کسی بھی چیز پر نظر پڑتی ہے تو پہلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ کیا ہے؟ اور کس کی ہے؟ اس کا جواب قلب سے نکلے کہ یہ مخلوق ہے اللہ کی ہے اس طرح انفس و آفاق اپنے اندر اور باہر جب لفظ ''میرا'' نکلے تو اس وقت بھی یہ شعور رکھیئے کہ یہ ''میرا'' حق تعالیٰ کے عطا فرمانے سے امانتاً

استعمال کر رہا ہوں بلکہ اس شعور کو اور گہرا کرتے ہوئے سوچیئے کہ یہ آواز حق تعالیٰ کی آواز ہے اس طرح مالکیتِ الٰہیہ کا جلوہ پیش نظر ہو جائے انشاء اللہ۔ اس مختصر، ابتدائی اور آسان شعور سے زندگی میں ایک عظیم انقلاب پیدا ہو جائے گا۔

حسب ذیل واقعہ بعض حضرت نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے والد سے منسوب کیا ہے بعض حضرات نے کسی اور بزرگ سے موسوم و منسوب کیا ہے بہر حال جن کے ساتھ بھی یہ واقعہ اصلاً متعلق ہو۔ ہمیں تسلیم ہے اور اس سے کہیں زیادہ واصل واقعہ کی نوعیت جس میں مالکیت الٰہیہ کا شاندار سبق ہے۔ ملکیت اور امانت کا بے پناہ درس ہے اور خوف آخرت اور بارگاہ الٰہی میں باز پرس کا احساس ہے اس قسم کے احساسات جگاتا ہے۔

ملکیت اور امانت کا شاندار سبق :۔

آپ کے والد نوجوانی ہی میں زہد و تقویٰ سے آراستہ اور عشق الٰہی اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار تھے۔ ایک دن شدید بھوک کی حالت تھی۔ دریا میں ایک سیب بہتا ہوا نظر آیا مجبوری میں کھالیا۔ مگر کھانے کے بعد خوف الٰہی کے باعث دل میں خیال آیا یہ سیب نہ جانے کس کی ملکیت تھا۔ اور مالک کی اجازت کے بغیر اسے کھانے کا کوئی حق نہ تھا۔ اگر اس کے سبب اللہ تعالیٰ ناراض ہوگیا تو ساری عبادت و ریاضت خاک میں مل جائے گی اس خیال سے انہوں نے فیصلہ کیا کہ سیب کے مالک سے معافی مانگی جائے چنانچہ وہ دریا کے کنارے کنارے چلے اور کافی مسافت طے کرنے کے بعد ایک جگہ انہوں نے دیکھا کہ دریا کے کنارے سیب کا ایک باغ ہے جس کے درختوں پر پھل لگے ہوئے ہیں۔ اور ان کے بوجھ سے درختوں کی شاخیں پانی پر لٹک رہی ہیں۔ حضرت ابو صالح سمجھ گئے ہو نہ ہو اسی باغ کا سیب انہوں نے کھایا ہے۔ باغ کے اندر

داخل ہوئے مالک کا نام اور پتہ پوچھا پتہ چلا کہ باغ اور مکان سید عبداللہ صومعیؒ کی ملکیت ہے آپ ان کے پاس حاضر ہوئے اور سارا واقعہ دہرایا طالب معافی ہوئے ۔ حضرت عبداللہ صومعیؒ خود بزرگ آدمی تھے سمجھ گئے کہ یہ ہستی کوئی معمولی شخصیت نہیں جس کے دل میں عشق الٰہی موجزن ہے وہ اس نوجوان کی پاکبازی دیانت داری ' امانتداری ' خوف آخرت ' احتساب نفس دیکھ کر حیران ہوگئے اور مزید تبادلہ خیال اور سوالات کرنے کے بعد فرمایا نوجوان ! تم نے میرے باغ کا سیب میری اجازت کے بغیر کھایا ہے ۔ اس لئے تمہاری معافی کے لئے تم کو میری ایک شرط پر عمل کرنا پڑے گا ورنہ یاد رکھو حقوق العباد کی ادائی کے بغیر آخرت کے مواخذے سے بچ نہیں سکتے ۔ حضرت ابو صالح پریشان تھے ۔ اور یہ چاہتے تھے کہ جلد از جلد یہ داغ ان ے دامن سے دور ہو جائے چونکہ رضائے الٰہی پیش نظر تھی اور اسی خطا کی معافی کی شکل کے لئے انہوں نے اس قدر تکلیفیں اٹھائیں مگر اللہ کو ان کی ادا اتنی پسند آئی کہ اس واقعہ کو اہل ایمان کے لئے ایک نمونہ بنانے کا فیصلہ کیا ۔ یہ واقعہ پیش آئے سینکڑوں برس بیت چکے ہیں اور یہ واقعہ ایک چھوٹے سے قصبے میں ایک گمنام شخصیت کے ساتھ پیش آیا مگر اس کا تذکرہ آج تک زندہ ہے اور قیامت تک زندہ رہے گا ۔ بظاہر معمولی سا یہ واقعہ ہمیشہ مسلمانوں کے لئے نشان راہ کا کام دے گا ۔ آج ہم میں کتنے لوگ ہیں جن میں اطاعت محبت تقویٰ اور پاکبازی کا اظہار کرتے ہیں یا نظر آتے ہیں ۔ مگر دل میں نہ خوف الٰہی نہ کسی کی امانت کا صحیح شعور ' نہ کسی خطا پر ندامت کا احساس نہ کسی کی ملکیت کا خیال ۔

ملاحظہ فرمایئے کہ وہاں صرف ایک سیب کھالینے کی خطا میں بخشوانے کے لئے پریشان ہیں اور ہم زندگی بھر دوسروں کے مال و عزت پر ڈاکہ ڈالنے سے نہیں شرماتے

بہر حال مواخذہ آخرت سے بچنے کے لئے آپ اس کی بڑی سیبڑی قیمت دینے کو تیار تھے۔

چنانچہ باغ کے مالک صومعیؒ نے فرمایا تم میری بیٹی ام الخیر فاطمہ سے نکاح کرلو تو اس کے بعد ہی میں تم کو معاف کروں گا مگر ہاں یہ بھی سن لو وہ لڑکی گونگی بہری اندھی اور لنگڑی ہے حضرت ابو صالحؒ نے ان تمام نقائص کے باجود اللہ کی رضا کے لئے اس شرط کو منظور کرلیا۔ اس طرح شیخ عبداللہؒ نے اپنی صاحبزادی کا عقد اس نوجوان سے کردیا۔ جب حضرت ابو صالحؒ دلہن کے کمرے میں پہنچے یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ وہاں ایک معذور لڑکی کے بجائے ایک پیکر حسن و جمال جلوہ افروز ہے۔ انہوں نے سمجھا کہ یہ کوئی نامحرم ہے اور استغفار پڑھتے ہوئے واپس ہوئے اور اپنے خسر کی خدمت میں پہنچ کر عرض کیا حضرت آپ نے میرا نکاح ایک اپاہج لڑکی سے کیا تھا مگر میں نے محسوس کیا کہ وہاں اس لڑکی میں کوئی عیب نہیں۔ اس پر لڑکی کے والد صومعیؒ نے فرمایا وہی لڑکی تمہاری بیوی ہے۔ ام الخیر فاطمہ ہے۔ میں نے اس کے بارے میں جو کچھ کہا تھا وہ خلاف حقیقت نہیں میں نے اسے نابینا اس لئے کہا تھا کہ اس نے آج تک کسی نامحرم کو نہیں دیکھا۔ بہری اس اعتبار سے کہا کہ اس نے آج تک کوئی بری بات نہیں سنی گونگی اس لحاظ سے کہا کہ اس نے آج تک جھوٹ نہیں کہا نہ کسی کی غیبت کی لولی اس واسطے کہا کہ اس نے اپنے ہاتھوں سے کوئی خلاف شرع کام نہیں کیا اور لنگڑی اس لئے کہا کہ اس کے قدم آج تک اللہ کی راہ کے سوا کسی اور راہ پر نہیں اٹھے اللہ اللہ!

حضرت ابو صالحؒ کی خوش نصیبی کے کیا کہنے انہیں اس قدر پاکیزہ صفت عورت ملی اس سے اندازہ ہوتا ہے جو عشق الٰہی کو دنیا کی ہر چیز پر فوقیت دیتا ہے اسے اللہ تعالیٰ نہ صرف اسے محبوب بنالیتا ہے۔ بلکہ پردہ غیب سے ایسا انعام ہوتا ہے کہ اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

انا للہ کا صحیح شعور :-

ایک حدیث میں ہے۔ جب کسی کا بچہ مر جاتا ہے تو اللہ فرشتوں سے کہتے ہیں میرے بندے کے بچہ کی روح نکال لی وہ عرض کرتے ہیں ہاں نکال لی پھر ارشاد ہوتا ہے۔ اس کے دل کے ٹکڑے کو لے لیا؟ وہ عرض کرتے ہیں بے شک لے لیا۔ اس پر ارشاد ہوتا ہے پھر میرے بندے نے اس پر کیا کہا؟ وہ عرض کرتے ہیں اس نے تیری حمد کی اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا' ارشاد باری ہوتا ہے اچھا اسکے بدلے میں اسے جنت میں گھر بنادو اور اس کا نام ''بیت الحمد'' رکھدو۔ ایک مرتبہ اللہ کی حمد کرنے والے کی یہ جزا ہے تو جو ہر آن اس کی حمد میں لگا رہے الحمد للہ کہتا رہے۔ اس کی جزا کیا ہوگی؟ ہم اندازہ نہیں لگا سکتے۔ جب ہمارے تھوڑے سے صحتمند شعور اور ذرا سی فکر اور معمولی سے عمل پر اللہ رب العزت اتنا سرفراز فرماتے ہیں تو ہمارا فرض ہے کہ ہم بھی اس کے ہو رہیں۔ انا للہ دراصل اللہ کی ملکیت اور مالکیت کو بتاتا ہے اور یہ لام لام تملیک ہے۔ اور مالک کو اپنی مملوک میں ہر شئی ہر طرح کے تصرف کا اختیار ہے۔ ہم کو نہ شکوہ ہے نہ جائے اضطرار ہے صرف چند جزوی احوال کا اعتبار رہتا ہے۔

در حقیقت مالک اصلی خدا است
ایں امانت چند روزہ نزماست

خالق کون؟ :-

خواہ تجارت ہو یا زراعت وملازمت ہو' دینے والا درحقیقت اللہ ہی ہے۔ زراعت کو دیکھئے! زراعت میں آدمی کا کام یہ ہیکہ زمین کو نرم کر کے اس میں بیج ڈال

دے۔ اور اس میں پانی دے، لیکن اس بیج کو کونپل بنانا، وہ بیج جو بالکل بے حقیقت ہے جو گنتی میں بھی نہ آئے جو بے وزن ہے لیکن اتنی سخت زمین کا پیٹ پھاڑ کر نمودار ہوتا ہے اور کونپل بن جاتا ہے۔ پھر وہ کونپل بھی ایسی نرم اور نازک ہوتی ہے اگر بچہ بھی اسے انگلی سے مسل دے تو ختم ہو جائے لیکن وہی کونپل سارے موسموں کی سختیاں برداشت کرتی ہے، گرم و سرد تیز ہواؤں کو سہتی ہے پھر کونپل سے پودا بنتا ہے۔ پھر اس پودے سے پھول نکلتے ہیں، پھل بنتے ہیں۔ اور اس طرح ساری دنیا کے انسانوں تک پہنچ جاتا ہے۔ کون ذات ہے جو یہ کام کر رہی ہے؟ اللہ جل شانہ ہی یہ سارے کام کرنے والے ہیں۔

پالتا ہے بیج کو مٹی کی تاریکی میں کون
کون دریاؤں کی موجوں سے اٹھاتا ہے سحاب
کون لایا کھینچ کر پچھّم سے باد سازگار
کھیت یہ کس کی ہے کس کا ہے یہ نور آفتاب
کس نے بھر دی موتیوں سے خوشہ گندم کی جیب
موسموں کو کس نے سکھلائی ہے خوئے انقلاب

انسان چند کام اور احکام کا مکلّف ہے اور بس۔ حقیقت میں انسان ایک محدود کام کرنے کے لئے دنیا میں بھیجا گیا ہے۔ بس انسان وہ محدود کام کر دیتا ہے۔ لیکن اس محدود کام کے اندر کسی چیز کو پیدا کرنے کی صلاحیت نہیں ہے۔ یہ تو اللہ جل شانہ ہیں۔ جو ضرورت کی اشیاء پیدا کرتے ہیں۔ اور تمہیں عطا کرتے ہیں۔ لہذا جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ سب اس کی عطا ہے۔

مالک کون :-

اور اللہ تعالیٰ نے وہ چیز عطا کر کے یہ بھی کہدیا کہ چلو تم ہی اس کے مال ہو۔ چنانچہ سورۂ یٰسن میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

اولم یروا انا خلقنا لھم مما عملت ایدینا انعاما فھم لھا ملکون (یس ۷۱)

کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے بنادیئے ان کے واسطے اپنے ہاتھوں کی بنائی ہوئی چیزوں سے چوپائے، پھر وہ ان کے مالک ہیں۔ مالک حقیقی تو ہم تھے ہم نے تمہیں مالک بنایا۔ تو حقیقت میں وہ مال جو تمہارے پاس آیا ہے۔ اس میں سب سے بڑا حق تو ہمارا ہے۔ تو پھر اس میں سے اللہ کے حکم کے مطابق خرچ کرو۔ اگر اسکے حکم کے مطابق خرچ کرو گے تو باقی جتنا مال تمہارے پاس ہے وہ تمہارے لئے حلال اور طیب ہے۔ وہ مال اللہ کا فضل ہے۔ اللہ کی نعمت ہے۔ وہ مال برکت والا ہے۔ اور اگر تم نے اس مال میں سے وہ چیز نہ نکالی جو اللہ نے تم پر فرض کی ہے تو پھر یہ سارا مال تمہارے لئے آگ کے انگارے ہیں اور قیامت کے دن انگاروں کو دیکھ لو گے جب ان انگاروں سے تمہارے جسموں کو داغا جائے گا اور تم سے یہ کہا جائے گا یہ ہے وہ خزانہ جس کو تم جمع کیا کرتے تھے۔

مالک یوم الدین :-

سورہ فاتحہ میں الرحمٰن الرحیم کے بعد مالک روز جزا کہنے سے بات نکلتی ہے کہ جہاں اللہ بڑا مہربان ہے وہیں وہ بااختیار منصف بھی ہے اس کے اقتدار کے آگے نہ اس کی جزا میں کوئی مانع ہوگا نہ اس کی سزا میں کوئی مزاحم ہو سکے گا۔

پس ایک طرف وہ اگر رحمت و ربوبیت کی وجہ سے لائق محبت ہے تو دوسری طرف اپنے انصاف اور اس کے نفاذ کی قدرت کے سبب اس کا مستحق ہے کہ اس سے ڈرا جائے اللہ تو ہر چیز کا مالک ہے۔ مالک روز جزا کی تخصیص کیوں؟ اول تو اس دن بڑے بڑے واقعات پیش آئیں گے ایسا خوفناک دن کبھی پہلے نہ ہوا ہوگا۔

دوسرے اس روز اللہ کی حکومت کے سوا کسی اور کی ظاہری حکومت بھی نہ ہوگی۔

یعنی اللہ اس دن کا مالک ہے جبکہ تمام اگلی پچھلی نسلوں کو جمع کر کے ان کی زندگی کے کارناموں کا حساب پیش کیا جائے گا اور انسان کو اس کے پورے عمل کا صلہ اور بدلہ مل جائے گا۔ دنیا دارالجزا نہیں۔ یعنی اعمال نیک و بد کی جزا سزا کی یہ اصل جگہ نہیں ہے بلکہ یہ دارالعمل ہے یعنی کارگاہِ عمل ہے یہ محنت کے بیج بونے کا مقام ہے اس کھیت کی کٹائی آخرت میں ہوگی یہاں کسی کو عیش و عشرت، دولت و راحت میں دیکھ کر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ اللہ کے یہاں بھی مقبول ہے اسی طرح کسی کو رنج و بلا مصیبت و تکلیف میں دیکھ کر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ اللہ کے یہاں بھی معتوب مبغوض ہے۔ آخر دفتروں، کارخانوں میں لوگ مصروف عمل ہوتے ہیں۔ تجارت زراعت میں مشقتیں اور تکلیفیں جھیلتے ہیں لیکن کوئی یہ نہیں کہتا اور سمجھتا کہ یہ لوگ مصیبت زدہ ہیں۔ اگر کوئی مہربان یہ کہنے لگے کہ میاں کیوں یہ دردسری کو مول لے رکھا ہے رات دن کیوں غلامی کر رکھی ہے مارو لات اس ملازمت کو اور دھکا دو اس تجارت و زراعت کو تو ایسے مشورہ دینے والے مہربانوں کو دوست نہیں دشمن سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ محنت و مشقت کرنے والوں کی نظر ان کے ثمرات پر ہوتی ہے۔ ہفتہ اور مہینہ میں جب تنخواہ ہاتھ میں ہوگی اور کھاتے کا نفع بخش حساب سامنے آئے گا اور کھلیانوں کا پہاڑوں کے برابر ڈھیر ہوگا اس وقت اپنی کامیابی و کامرانی

میں مست ہوکر سب محنت و مشقت کے غم بھول جائے گا۔

انبیاء اور اہل اللہ اگر چہ سب سے زیادہ مبتلائے آلام و مصائب ہوتے ہیں اور محنت و مشقت میں نظر آتے ہیں۔ مگر وہ اپنی حالت پر مطمئن بلکہ مسرور ہوتے ہیں۔ کیونکہ انہیں یقین ہوتا ہے کہ یہ دنیا دارالجزاء نہیں دارالعمل ہے۔ ہاں کبھی کبھی کسی عمل کی جزا یا سزا کا ہلکا سا نمونہ دنیا میں بھی پیش آجاتا ہے مگر وہ اس کا پورا صلہ اور بدلہ نہیں ہوتا بلکہ ایک تنبیہ اور نمونہ ہوتا ہے۔

بدعملی کے ساتھ کوئی پریشانی ہے تو وہ اس کو تنبیہ سمجھے عمل کا پورا بدلہ نہیں پورا بدلہ تو آخرت میں ہوگا۔ اسی طرح اگر نیک چلنی کے ساتھ مصائب و شدائد ہیں تو انہیں آزمائش اور امتحان سمجھے اور اگر اطاعت کے ساتھ خوش عیشی ہے تو بھی اصلی صلہ نہیں بلکہ اس کا ایک نمونہ ہے۔ شوق و ترغیب کے لئے۔ اصل صلہ آخرت میں ہوگا بہرحال دنیا کی راحت ہو یا کلفت وہ محض چند روزہ اور عارضی ہے وہ اصلی صلہ اور بدلہ نہیں۔ نیکی اور بدی کے بھرپور بدلہ کے لئے ضروری ہے کہ دوسرا عالم ہو جس میں کرنی کا پورا پھل عدل و انصاف ے ساتھ آجائے گا۔ اسی لئے خالق کائنات اور مالک الکل نے رحمٰن و رحیم کے ساتھ مالک یوم الدین فرمایا تا کہ الایمان بین الخوف والرجاء کا محمل بھی سمجھ میں آجائے۔

شان رحمانی سے امیدیں بندھتی ہیں۔ اور مالک یوم الدین سے خوف کا امتزاج ہوتا ہے اور ایمان اپنے صحیح معیار پر برقرار رہتا ہے۔

جیسی کرنی ویسی بھرنی
نہ مانے تو کرکے دیکھ
جنت بھی ہے دوزخ بھی ہے
نہ مانے تو کرکے دیکھ

کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں لا سے کس کی نفی کی جارہی ہے اور الا سے کس بات کا اثبات کیا جارہا ہے۔ اس کو آسانی سے اس طرح سمجھا جاسکتا ہے کہ مخلوق کی کائناتی قسموں میں سے کئی طرح کی مخلوقات ہیں جن کو بہت سے کاموں اور خصوصیات سے نوازا گیا اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ان مخلوقات کو انسان کی خدمت کے لئے رکھا گیا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ انسان ان چیزوں سے خدمت لیا اور استفادہ کرتا ہے۔

یہ استفادہ دو طرح کا ہے ایک اختیاری دوسرے اضطراری خواہی نہ خواہی استفادہ۔ جہاں تک اضطراری استفادہ کا تعلق ہے انسان کے چاہنے پر موقوف اور منحصر نہیں جیسے سورج کی حرارت اس کی شعاعوں اور اس کی روشنی سے استفادہ اور چاند کی روشنی سے استفادہ، زمین اور مٹی سے استفادہ بارش وغیرہ اور اس طرح کی بے شمار چیزوں سے استفادہ۔

اور اختیاری استفادہ جیسے زمین، زراعت والی محنت کر کے فائدہ اٹھانا، ہوا میں پرواز کر کے سفر کرنا، ٹرین کے ذریعہ سفری استفادہ، کاروں کے ذریعہ ایک مقام سے دوسرے مقام تک جانے کا استفادہ، لکڑیوں سے کرسیاں بنا کر فائدہ اٹھانا، لوہے کے ذریعہ چھتوں اور پختہ مکانات بنا کر استفادہ کرنا، اس طرح کی بے شمار چیزوں سے فائدہ اٹھانا اختیار میں ہے۔ اور یہ استفادہ مخلوقات میں ظہور پذیر ہوتا ہے انسان کبھی جمادات سے خدمت لیتا ہے کبھی نباتات سے اور کبھی حیوانات سے۔

اس استفادہ میں انسان عموماً بڑی بڑی غلطیاں کرجاتا ہے۔ جیسے انسان ان چیزوں کو بالذات نافع اور ضار سمجھتا ہے حالانکہ وہ چیزیں بالواسطہ نافع اور ضار ہوتی ہیں

علم قرآن وحدیث کی روشنی میں۔

لا اور الا کا مفہوم :-

بار بار یہ بات سمجھائی جاتی ہے کہ جو ہستی بالذات نافع اور ضار ہوتی ہے وہ قابل الوہیت اور لائق عبادت ہوتی ہے۔ اور جو چیز بالواسطہ نافع اور ضار ہوتی ہے وہ قابل الوہیت اور لائق عبادت و پرستش نہیں ہوتی اور کسی شئی کو بالذات نافع اور ضار سمجھنا شرک ہے اور کلمہ طیبہ کے پہلے جز میں لفظ لا ہر قسم کے شرک کی نفی کرتا ہے اس سے استفادہ کی نفی نہیں کرتا۔ ورنہ دنیا کی چیزوں کی تخلیق کا مقصد ہی فوت ہوجاتا۔ اور لفظ الا' اللہ کی الوہیت کا اثبات ہے۔

اجزاء کلمہ :-

پہلا حصہ لا الہ ہوا اور دوسرا حصہ الا اللہ ہے۔ پہلے حصہ میں الوہیت کی نفی کی گئی ہے اور الوہیت کی نفی ہمیشہ غیر اللہ یا ماسویٰ اللہ سے کی جاتی ہے تو اس غیر اللہ کو ہم ذات خلق کہیں گے۔ الا اللہ الوہیت کا اثبات ہے اس کو ہم ذات حق کہیں گے۔ ذات حق کے چار اعتبارات ہیں' وجود' صفات' افعال' اور آثار' یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ذات خلق میں بھی یہ چار چیزیں پائی جاتی ہیں؟ اس کا جواب یہ کہ یہ چیزیں ذات خلق میں ضرور پائی جاتی ہیں لیکن اس کی ذاتی نہ ہونگی بلکہ اللہ کی دی ہوئی ہونگی اس کو یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ اعتبارات الٰہیہ ذات حق کے لئے اصالتاً اور حقیقاً ہیں اور یہی اعتبارات الٰہیہ ذات خلق کے لئے عاریتاً اور امانتاً ہے یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ذات خلق میں عاریتاً اور امانتاً ہوں تو پھر ذات خلق کے اپنے اعتبارات کیا ہیں۔ ذات خلق کے لئے بھی

اپنے اعتبارات ہیں جو اس کے اصلی اور حقیقی ہیں۔ فقیر، ذلیل، عاجز، اور جاہل۔ یہاں فقیر کے معنی یہ ہیں کہ وہ جو وجود سے خالی ہو ذلیل سے مراد وہ جو صفات کمالیہ سے متصف نہ ہو۔ عاجز وہ جو فعل سے عاری ہو اور جاہل وہ جو علم نہ رکھتا ہو ذات خلق اگر اعتبارات الٰہیہ کو اپنے ذاتی اعتبارات سمجھ لے تو اس سے دو غلطیاں سرزد ہونگی ایک غلطی تو یہ کہ غیر کی چیزوں کو اپنی سمجھ بیٹھا، لہذا غاصب ہوا۔ دوسری چیز یہ کہ اپنی چیزوں کو بھلا دیا۔ لہذا غافل ہوا اس اعتبار سے ایک جرم کی دو سزائیں ہوئیں ایک سزا تو اس کے غصب کی اور دوسری سزا اس کی غفلت کی ہوئی۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ غاصب کو سخت سے سخت سزائیں دیتے ہیں کیونکہ غصب شرک ہے اس سے کہیں کمتر سزا غافل کو ملتی ہے کیونکہ غفلت گناہ ہے لہذا وہ ایک جرم کا مرتکب اور دو سزاؤں کا مستحق ہوا۔ اعتبارات الٰہیہ کو ذات خلق میں ثابت کرنا شرک ہے۔

ان ہی اعتبارات الٰہیہ کا ذات خلق سے ساقط کر کے ذات حق میں ثابت کرنا توحید ہے اور اعتبارات خلق کو ذات حق میں ثابت کرنا کفر و الحاد ہے۔

وجود اور توابع وجود صرف حق کے ہیں:۔

اللہ بالذات موجود ہے۔ جو بالذات موجود ہوتا ہے وہی صفات کمالیہ سے متصف ہوتا ہے اور جو بالذات صفات کمالیہ سے متصف ہوتا ہے وہی فاعل حقیقی بھی ہوتا ہے۔ جو فاعل حقیقی ہوتا ہے وہی موثر اصلی ہوتا ہے اور جو موثر اصلی ہوتا ہے وہی آثار کا مالک و مختار بھی ہوتا ہے۔ لہذا وجود اصل ہوا اور صفات افعال اور آثار اس کے تابع ہوئے۔ فقیر وہ ہے جو اللہ کا ہر طرح محتاج ہو ہر فقیر کی یہ احتیاج قبل تخلیق بھی ہے۔ ہر شئے فقیر ہے۔ ہر شئے قبل تخلیق اللہ کے علم کی محتاج ہے کیونکہ بغیر علم کے معلوم پایا نہیں

جاتا۔ ہر شئ کے بعد تخلیق بھی اپنے ظاہر اور باطن دونوں کے لئے اللہ کی محتاج ہے۔ ہر شئ کا ظاہر اس کی شکل وصورت اور ساخت ہے جو اپنے تعین میں اللہ کے محتاج ہیں۔ ہر شئ کا باطن وہ صفات کمالیہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ عطا فرما کر ان کے ظہور اختیار کی احتیاج پوری فرماتا ہے۔ لہذا ہر شئ کی اصلی اور حقیقی تعریف یہ ہے کہ اس کو فقیر ہی کہا جائے۔

کائنات کے تمام فقیروں میں سب سے افضل مگر سب سے بڑا فقیر انسان ہے۔ آیت

یا ایھا الناس انتم الفقراء الی اللہ واللہ ھو الغنی الحمید

(پارہ ۲۲ رکوع ۳)

ترجمہ:- اے لوگو! تم سب کے سب اللہ کی طرف فقیر ہو اور اللہ ہی غنی اور حمید ہے۔

جو فقیر ہوگا وہ ذلیل ہوگا وہی عاجز بھی ہوگا اور جو عاجز ہوگا وہی جاہل بھی ہوگا' لہذا فقر اصل ہوا۔ اور ذلت' عجز اور جہالت اس کے توابع ہوئے اس سے یہ نتیجہ مستنبط ہوا کہ اللہ کی وجوبی جہت' وجود ہے اور شئ کی وجوبی جہت فقر ہے۔

مکتوبات عرفانی :-

۲۴/شوال ۱۳۹۸ھ کو ایک ارادتمند اور جانے پہچانے عزیز مولانا عبدالعلیم صاحب مدظلہ فرزند مولوی معین الدین صاحب محبوب نگری مدرس وظیفہ یاب حال مقیم بنگلور نے والد ماجد حضرت شاہ صوفی غلام محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے خط وکتابت کی تھی اور حضرتؒ نے انہیں دو خطوط کے ذریعہ دربارہ سلوک انتہائی اہم ہدایات دی تھیں۔ اس کا ضروری مرکزی نقطہ مالکیتِ الٰہیہ سے متعلق ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محبی ومحبوبی مولوی عبدالعلیم صاحب زاد اللہ علمہ وعرفانہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

۲۰/شوال کا خط ملا اور باعث مسرت وسرور ہوا۔ عاشقوں کی عید حق کی دید ہے۔ عید تو دید کا نام ہے ۔مخلوق کے ذریعہ خالق کو دیکھنا' مملوک کے ذریعہ مالک کو دیکھنا۔محکوم کے ذریعہ حاکم کو دیکھنا' عابد کے ذریعہ معبود کو دیکھنا۔ یہ ابتدا ہے۔ علم صحیح یا حق نہ ہوتو مخلوق خالق کا حجاب' مملوک مالک کا حجاب' محکوم حاکم کا حجاب' مربوب رب کا حجاب' عابد معبود کا حجاب بن جاتے ہیں علم صحیح سے یہی حجاب اٹھ جاتا ہے اور یہ اشیاء ہی پروردگار تک پہنچنے کا ذریعہ' واسطہ اور سبب بن جاتے ہیں یہی مخلوقات زینہ بن جاتے ہیں جن پر قدم رکھ کر بندہ حق کے دربار میں پہنچ جاتا ہے مخلوقات کے آئینہ میں خالق کی صفات کا جلوہ نظر آتا ہے بہت اچھا ہوا کہ آپ پر بہت جلد کافر ومومن کی پہچان کھل گئی۔ آپ کا پورا خواب بہت ہی مبارک ہے اللہ مبارک کرے تعبیر بھی ظاہر ہے کہ افادہ استفادہ کامل ہوگا۔ حفظ کی طرف سے غفلت نامناسب تھی پورے ذوق وشوق سے حفظ کی طرف متوجہ ہوجانا چاہیئے انشاء اللہ اللہ کا فضل وکرم شامل حال ہوگا۔ یہ بات ملحوظ رہے کہ آپ کو مقرر بننا نہیں ہے اصل کام یہ ہے کہ آپ کی تقریر اور آپ کی زندگی کی تحریر میں کوئی فرق نہ ہو یہی مطلب ہے کہ آپ کا قال عین حال ہو اور حال عین قال ہو۔ آفاق اور انفس میں اللہ کی مالکیت مستحضر رہے اور اس کے آثار مخلوقات سے بے نیازی آپ کے اندر پیدا ہوجائے۔ شئے پر نظر پڑتے ہی اللہ کی خالقیت اور مالکیت کا دیدار ہو یعنی اللہ کی خالقیت اور مالکیت مستحضر رہے' یہی صالحیت کی عید ہے خالقیت اور مالکیت کا ادراک آپ کو اللہ کے فعل تک پہنچادے گا۔ احقر کی جانب سے حسب مراتب سلام مسنون۔

دستخط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محبی ومحبوبی مولوی عبدالعلیم صاحب زادعلمہ وعرفانہ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ برکاتہ' الحمدللہ علیٰ احسانہ۔

عافیت طرفین مطلوب' کل بروز شنبہ مسجد کوثر محبوب نگر میں آپ کا خط ملا اور باعث مسرت وسرور ہوا آپ کے والد صاحب کا مشورہ ٹھیک رہا اور احقر کے لئے باعث سہولت ہے۔ بروز یکشنبہ آپ کے خط کا جواب لکھا جارہا ہے (اس کا ضروری حصہ درج ہے) پہلا مشورہ احقر کے القاب کے سلسلہ میں ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ نے القاب میں سیدی ومولائی' مرشدی بحرالعلوم' مدفیوضکم لکھا ہے اس میں مرشدی تک لکھنا کافی ہے بحر العلوم غیرضروری ہے۔

تعلیمات تدریجاً ہی دیئے جاتے ہیں۔ اب اپنی تعلیمات پیش ہیں۔ خالق ہوکر مخلوق ان کے پہچاننے کا ایک اصول ہے۔

کسی بھی ذات کی پہچان اس کے صفات سے ہوتی ہے صفات کی معرفت اس کے افعال سے ہوتی ہے۔ افعال کی معرفت آثار سے ہوتی ہے۔ نیم کا درخت اپنی چھال' بو اور مزہ سے پہچانا جاتا ہے۔ آم کا درخت اپنے پتے اور پھلوں سے پہچانا جاتا ہے۔ حیوانات اپنی شکل وصورت اور آوازوں سے پہچانے جاتے ہیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات مبارک اپنی قدرت اور کمالات کے ذریعہ سے پہچانی جاتی ہے۔ جتنی مخلوقات ہیں ان سب کو آثار اللہ کہا جاتا ہے۔ ان آثار کے ذریعہ سے اللہ کے خالق و مالک ہونے کا علم ہوتا ہے۔ اشیاء کیا ہیں؟ اور کس کی ہیں؟ یہ انسان کے فطری سوال ہیں' آسمان کیا ہے اور کس کا ہے؟ چاند کیا ہے اور کس کا ہے؟ انسان کیا ہے اور کس کا ہے؟ اب ان کا جواب

سنیئے' آسمان مخلوق ہے اللہ کا ہے زمین مخلوق ہے اللہ کی ملک ہے۔ چاند مخلوق ہے۔ اللہ کی ملک ہے۔ سورج مخلوق ہے اللہ کی ملک ہے ۔ درخت مخلوق ہے اللہ کی ملک ہے ۔ حیوانات مخلوق ہیں اور انسان مخلوق ہے' اللہ کی مخلوق ہے ۔ ان آثار سے اللہ کی مالکیت کا ادراک ملتا ہے۔ اسی کا استحضار ہونا چاہیئے ۔ اللہ مالک ہیں۔ یہی آپ کی فکر ونظر کا محور ہے۔ آفاق پر نظر پڑے تو اللہ مالک ہیں۔ انفس پر نظر پڑے تو اللہ مالک ہیں۔ آفاق وانفس پر نظر پڑے تو اللہ کے مالک ہونے کا استحضار رہے ۔ آگے راستے کھلتے چلے جائیں گے۔

.....☆☆☆☆☆.....

ملنے کا پتہ

حضرت مولانا شاہ محمد کمال الرحمن صاحب دامت برکاتہم

Khateeb Masjid-e-Alamgeeri, ITI, Mallepally, Hyderabad.

H.No. 19-4-281/A/39/1, P.O. Falaknuma, Nawab Saab Kunta,
Near Shaheen Colony, Hyderabad-53, A.P. INDIA.
Phone: +91 040 24474680